۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور وہابی مجاہدین

مولانا عبدالعظیم انصاری۔ قصور

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی اور تحریک حریت وطن میں بھی مجاہدین بالا کوٹ کا کردار تاریخ میں نمایاں نظر آتا ہے' جو خالص انگریزوں کے خلاف تھی۔ اس کی شہادت ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" اور سلیبیوں کی رپورٹ میں واضح طور پر موجود ہے۔

۱۱ مئی کو انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ جسے انگریز غدر کا نام دیتے ہیں اس ہنگامے سے انگریزوں کے لئے صورت حال بڑی نازک ہوگئی تھی۔ اس کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی اور جنگل کی آگ کی طرح سارے ملک میں پھیل گئی۔ بعض رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عنایت علی عظیم آبادی نے پیادہ فوج جو مردان میں مقیم تھی اس سے انگریزوں کے خلاف خط وکتابت کی تھی اس لئے ۲۱ مئی کو اس رجمنٹ نے بھی انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کردیا پشاور سے ان کے مقابلے کے لئے انگریز نے فوج بھیجی' زبردست جنگ ہوئی۔ ایک سو بیس افراد شہید اور ڈیڑھ سو زخمی ہوئے باقی آزاد علاقے میں مجاہدین کے مرکز پہنچ گئے۔

ہنٹر لکھتا ہے

> اگر اسی وقت مجاہدین کے خلاف اقدام ہوتا تو پیادہ نمبر ۴ فوج سب سے پہلے بھیجی جاتی جو خط وکتابت ہاتھ آئی اس سے ثابت ہوگیا تھا کہ ارسال مجاہدین کے لئے ایک باقاعدہ نظام استوار ہوچکا تھا۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

سید صاحب کی شہادت کے بعد اس تحریک کے اثرات تمام ملکوں میں پھیل چکے تھے لاوا پک چکا تھا۔ عظیم آباد پٹنہ کے علمائے کرام کی سرگرمیوں کی وجہ سے فضا انگریز کے خلاف زبردست خطرناک صورت اختیار کرچکی تھی۔

ولیم ہنٹر لکھتا ہے

> پٹنہ کا پروپیگنڈا ہمیشہ اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس لعنتی سرزمین سے ہجرت کرجائیں۔

سید صاحب کے زمانے میں سکھوں سے مجاہدین کی ٹکر ہوئی واقعہ بالاکوٹ پیش آیا۔ اس کے بعد سرحد پار کے مجاہدین ہمیشہ انگریزوں سے برسرپیکار رہے۔ لیکن ہندوستان میں ان کی امداد و اعانت کا ایک وسیع انتظام تھا' مختلف علاقوں سے نقد روپیہ جاتا جس سے وہ اسلحہ خریدتے اور دیگر ضروریات پوری کرتے' ملک میں بہت سے مراکز اس مقصد کے لئے مقرر تھے سب سے اہم مرکز عظیم آباد پٹنہ میں تھا جس کا حوالہ ولیم ہنٹر دے رہا ہے۔ پٹنہ ہندوستان کے صوبہ بہار کا ایک مشہور شہر تھا اس میں

نمبر ۴

"محلہ صادق پور" واقع تھا۔ یہ جلیل القدر علماء کرام کا مرکز تھا۔ مولانا ولایت علی مولانا عنایت علی۔ مولانا احمد اللہ' مولانا یحییٰ علی' مولانا فیاض علی' مولانا عبدالرحیم' حکیم عبدالحمید' مولانا عبداللہ اور حافظ عبدالمجید وغیرہ نامور علمائے کرام اسی محلہ کے رہنے والے تھے جو بعد میں تاریخ میں "علمائے صادق پور" کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان سب کا تعلق جماعت مجاہدین سے تھا۔ اس بنا پر انگریزوں نے انہیں دردناک مصیبتوں اور لرزہ خیز اذیتوں میں مبتلا کیا انہی میں سے مولانا عبدالرحیم صاحب نے "تذکرہ صادقہ" لکھی جس میں ان علماء کرام کے حالات ان کا علمی مقام' قیدوبند کی صعوبتوں اور انگریز حکومت کی طرف سے دی گئی اذیتوں کے تفصیلی حالات موجود ہیں۔

ان بزرگوں کو اتنی سخت ابتلاؤ آزمائش سے اس لئے گزرنا پڑا کہ انہوں نے سید شہید کی جاری کردہ تحریک جہاد کو انگریز کے خلاف سرد نہ ہونے دیا یہاں تک کہ انگریز کے زیر سایہ رہنے کو دوزخ کی آگ میں جانا قرار دیا۔ اور اس سرزمین ہند کو جس پر انگریز قابض تھے اسے لعنتی زمین کے نام سے موسوم کرکے یہاں سے ہجرت کرنے کو ترجیح دی

سید شہید کے متوسلین اور مجاہدین تو ان مصائب و شدائد کے باوجود جن سے وہ دوچار تھے انگریزی حکومت کے خلاف سرگرم رہے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔

دوسری طرف حضرت گردیزی صاحب کے اسلاف تھے جو ان پاک نفوس کو انگریز کی شہہ پر "وہابی" کہہ کر بدنام کر رہے تھے' ان کے خلاف کفر کے فتوے شائع کر رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے کر انگریز کی وفاداری کا دم بھر رہے تھے اور ہر ممکن طریق پر ان کی مخبری کے لئے کوشاں تھے اور اس خدمت کے عوض انگریز کی داد و دہش سے متمتع ہو رہے تھے ۱۸۵۷ء کے بعد مجاہدین پر پانچ مشہور مقدمے چلائے گئے یہ تمام مقدمے تاریخ میں "پانچ وہابی سازش کے مقدمات" سے مشہور ہیں'

ان مقدمات میں سزا پانے والے بزرگوں کے ساتھ جو ظالمانہ رویہ روا رکھا گیا وہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے اور ان کے کارناموں کے لحاظ سے آب زر سے لکھنے کے قابل' انہیں جیلوں میں خوفناک سزائیں دی گئیں۔ جائدادیں ضبط کرلی گئیں۔ مکانات اور محلات کو بیخ وبنیاد سے اکھاڑ پھینکا گیا اور ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا ان کی قربانیوں کی داستان اور انہیں دی گئی اذیتوں کے قصے اتنے دراز ہیں کہ انہیں صفحہ قرطاس پر مرتسم کرنا ممکن نہیں پھانسیوں اور عبور دریائے شور کی سزائیں سنا کر انہیں کئی سال تک کوسوں دور کالا پانی میں مقید کردیا گیا۔ اس کی تفصیل مولانا جعفر علی تھانسری کی کتاب "کالا پانی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

کالا پانی

کالا پانی منٹگمری' میانوالی یا ملتان جیل نہ تھی جن کے متعلق کئی قصے مشہور ہیں۔ کالا پانی کا نقشہ ملاحظہ کیجئے

کالا پانی اپنی ہولناکیوں اور وحشت ناکیوں کے اعتبار سے ایک مشہور مقام ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں انگریزی حکومت نے تحریک مجاہدین یا وہابی تحریک کے بہت سے ارکان کو گرفتار کر کے بطور سزا کے وہاں بھیجا یہ کلکتہ سے سات سو اسی میل جنوب میں رنگون سے تین سو ساٹھ میل جنوب مغرب میں اس سے سات سو چالیس جنوب مشرق اور سیون سے اتنے ہی فاصلے پر مشرق میں واقع ہیں

اس خطہ کی آب و ہوا نہایت خراب اور مضر صحت ہے۔ دنیا سے یہ الگ تھلگ سمندر میں ایک جزیرہ ہے جس کے چاروں طرف خوف ناک' خشک اور بے سبزہ و کیاہ پہاڑ آسمان کو چھو رہے ہیں (فقہائے پاک وہند جلد دوم محمد اسحاق بھٹی ص ۲۴)

مولانا احمد اللہؒ عظیم آبادی کالا پانی میں

مولانا احمد اللہ صاحب جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے وہابی مقدمات' میں انہیں کالا پانی کی سزا ہوئی آپ بہت بڑے عالم اور صاحب ثروت گھرانے کے چشم وچراغ تھے آپ ۱۵ جون ۱۸۶۵ء کو پورٹ بیئر پہنچے معمر ہونے کے باوجود یہاں آپ کو اذیتناک سزائیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ سخت بیمار ہوئے تو آپ کے عزیز مولانا عبدالرحیم صاحب جو ان کے ساتھ یہاں قید تھے اور دوسری جگہ انہیں رکھا گیا تھا انہوں نے حکام سے اجازت حاصل کرنے کی بہت کوشش کی کہ آپ وہاں رہ کر تیمارداری کر سکیں لیکن انگریز افسروں نے اجازت نہ دی آپ کئی میل پیدل چل کر روز آتے اور مولانا احمد اللہ صاحب کی بیمار پرسی اور خدمت کرتے شام کو واپس اپنے ڈیرہ پر چلے جاتے آخر آپ ۱۲ نومبر ۱۸۸۱ء کو رات ۸ بجے وفات پاگئے۔ آپ کے بھائی مولانا یحیی علی جو یہاں قید تھے اس سے پہلے ۲ فروری کو فوت ہو چکے تھے' مولانا جعفر علی تھانیسری اور دوسرے بزرگوں نے جو یہاں محبوس تھے بہت کوشش کی کہ مولانا کو ان کے بھائی مولانا یحیی علی کے پہلو میں جزیرہ روس آئی لینڈ میں دفن کیا جائے لیکن گورنر نے اجازت نہ دی یہ کتنا ظالمانہ رویہ تھا کہ وفات کے بعد بھی ان بزرگوں کو ظالم انگریز اکٹھا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور جو ظلم و زیادتی ان کے بس میں تھی پہنچا رہے تھے۔

مجبوراً" انہیں ڈنڈاس پائنٹ میں سمندر کے کنارے ایک ٹیلے پر جہاں چند قبریں اور بھی تھیں سپرد خاک کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب ذرا اس ہولناک جگہ جہاں مولانا احمد اللہ کو دفن کیا گیا اس کا نقشہ مولانا عبدالرحیم کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

وہ مقام انتہائی وحشت ناک تھا۔ ایک طرف لمبے لمبے جنگلی درخت آسمان کو چھو رہے تھے۔ دوسری طرف سمندر کی موجیں جو اونچائی میں پہاڑ کی مانند تھیں

جزیرے سے آکر ٹکراتی تھیں یہ تمام منظر انتہائی خوف ناک اور دل ہلادینے والا تھا۔ ایسی حالت میں ہم لوگ ایسے دریتیم کو ایسے لعل شب چراغ کو ایسے یاقوت احمر کو اپنے ہاتھوں مٹی میں دبا کر آہ سرد بھرتے ہوئے باچشم گریاں ودل بریاں اپنی اپنی جگہوں پر واپس آئے (تذکرہ صادقہ ۵۷)

میں یہ تفصیل اس لئے لکھ رہا ہوں کہ گردیزی صاحب اور ان کے ہمنوا مفتیوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ یہ ان بزرگوں کی شان ہے جنہیں یہ آج طرح طرح کے اتہامات اور مطاعن سے نواز رہے ہیں اور ان کے بڑوں مولوں احمد رضا خان وغیرہ نے ان اصحاب عزیمت پہ کفر کا فتویٰ لگایا اور انہیں "وہابی" کہہ کر انگریز سے سزائیں دلوائیں اور آج کہتے ہیں یہ لوگ انگریز کے ایما پر جہاد کی تحریک چلا رہے تھے۔ انگریز کے نزدیک "وہابی" اور "باغی" ہم معنی تھے چنانچہ ولیم ہنٹر کہتا ہے کہ

مجھے معاف کیا جائے اگر میں یہ کہوں کہ وہابی کے معنی باغی کے ہیں (ہمارے ہندوستانی مسلمان) اس نظریہ کے پیش نظران کے خلاف مقدمات چلائے گئے اور انہیں انتہائی ہولناک سزائیں دی گئیں۔

پانچ وہابی مقدمے

میں نے پہلے ذکر کیا کہ سید صاحب کی تحریک جہاد سے تعلق رکھنے والے احباب عزم وہمت کے خلاف ۱۸۵۷ء کے بعد پانچ خطرناک مقدمے چلائے گئے جنہیں پانچ وہابی مقدمے کہا جاتا ہے پہلے میں مختصر طور پر اس کا پس منظر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ صورت حال آسانی سے سمجھی جاسکے۔

مولانا جعفر علی تھانیوی

آپ تھانیسر میں زمیندارہ کرتے تھے نمبردار تھے کچہری میں عرضی نویسی کا شغل بھی تھا اس لئے منشی جعفر علی کے نام سے مشہور تھے آپ کا رابطہ جماعت مجاہدین کے ساتھ تھا۔ اس سلسلے میں آپ رقوم جمع کرکے وہاں بھجواتے۔ مجاہدین کے نمائندے اکثر آکر آپ سے ملتے تھے۔

ایک بدبخت غزن خاں نامی جو سارجنٹ تھا اس نے آپ کی مخبری کی اور تلاشی کے بعد جب کچھ کاغذات آپ کے ہاں سے برآمد ہوئے جن میں مجاہدین سے تعلق کا ثبوت ملتا تھا آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور آپ کے خلاف انبالہ میں مقدمہ چلایا گیا یہ تمام دردناک حالات آپ کی کتاب "کالا پانی" مولانا غلام رسول مہر کی "سید احمد شہید" اور "فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری جلد دوم" مولانا اسحاق بھٹی تفصیل سے درج ہیں

یہ پہلا وہابی مقدمہ تھا جو آپ کے اور مولانا یحیی علی خان عظیم آبادی، مولانا عبدالرحیم، شیخ محمد شفیع ٹھیکدار میاں عبدالغفار، الٰہی بخش، عبدالکریم انبالوی، قاضی میاں جان، حسینی بن میگو، حسینی بن محمد

بخش اور عبدالغفور گیارہ حضرات کے خلاف چلایا گیا۔

یہ سب لوگ بڑے ... دار اور خوشحال گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں طوق' بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنا کر تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند کرایا گیا بعض کو پھانسی کی کوٹھریوں میں رکھا گیا مولانا محمد جعفر تھانسیری کو سب سے زیادہ اذیت دی گئی لگاتار کئی کئی گھنٹے انہیں زدو کوب کیا گیا مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

> مجھ پر جو سختی کی گئی اس کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے رمضان کے کچھ روزے میرے ذمے باقی تھے۔ کوئی چیز کھائے پیئے بغیر میں نے روزے رکھنا شروع کردیئے۔ دوسرے دن مارپیٹ کے بعد مجھے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے میں لے جایا گیا۔ اور چاپلوسی سے کہا کہ سب کچھ بتادو تمہیں سرکاری گواہ بنا کر رہا کردیا جائے گا۔ بہت بڑا عہدہ بھی دیا جائے گا۔ میں نے انکار کیا تو پھر مارپیٹ شروع ہوگئی۔ صبح آٹھ بجے سے رات آٹھ بجے تک مسلسل بارہ گھنٹے زدو کوب جاری رہی۔ افطاری کا وقت ہوا تو میں نے بنگلے کے درخت کے پتے توڑ کر روزہ کھولا۔

مولانا نے یہ تمام حالات اپنی تصنیف "کالا پانی" میں تحریر فرمائے ہیں۔ اندازہ کیجئے یہ لوگ کس قدر بلند حوصلہ' صابر وشاکر' پابند شریعت اور اپنے عزم کے پختہ تھے یہ مارپیٹ' زدو کوب کرنے والے اور اذیتیں دینے والے کون تھے وہی انگریز جنہیں گردیزی صاحب سید صاحب کے خیر خواہ بتاتے ہیں وہ سید شہید کے حامیوں سے یہ سلوک کر رہے ہیں۔ دوران مقدمہ ان بزرگوں کو نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں تھی وہ تیمم کرکے اشاروں سے عدالت میں ہی نماز ادا کرلیتے۔

فیصلہ

------ میں اختصار کے ساتھ حالات بیان کر رہا ہوں' عدالت نے ۲ مئی ۱۸۶۴ء کو یہ فیصلہ سنایا مولانا یحیی علی اور شیخ محمد شفیع کو سزائے موت ہوئی۔ حکم ہوا لاش جیل کے قبرستان میں دفن کی جائے۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کو سزائے موت اور جائیداد ضبطی کی سزا دی گئی۔

مولانا عبدالرحیم' قاضی میاں جان' میاں عبدالغفار' منشی عبدالکریم' الٰہی بخش' عبدالغفور' حسینی عظیم آبادی اور حسینی تھانوی سب کو حبس دوام بعبورد ریائے شور کی سزا ہوئی۔

یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد یحیی علی اور مولانا محمد جعفر کو جب سزائے موت سنائی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے پولیس کپتان نے دریافت کیا کہ موت کی سزا سن کر خوش کیوں ہو ان بزرگوں نے بتایا کہ یہ شہادت کی موت ہے اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کیا سعادت ہوسکتی ہے تم اس کی قدر کیا جانو پھر ان کی سزائے موت کو بھی حبس دوام بعبور دریائے شور سے بدل دیا گیا تاکہ یہ خوش نہ ہوں جن بزرگوں کو پھانسی کی سزا ختم کرکے حبس دوام کی سزا دی گئی ان کے سر اور داڑھی اور مونچھ مونڈ

دیئے گئے۔ مولانا یحییٰ اپنی داڑھی کے کٹے ہوئے بال ہاتھ میں اٹھائے پھرتے اور کہتے تھے

افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کی خاطر کاٹی گئی (کالا پانی)

اللہ اللہ کتنے بلند لوگ تھے یہ

ان بزرگوں کو ۸ دسمبر کو بمبئی سے جہاز پر سوار کیا گیا اور چونتیس روز کے بعد ۱۱ جنوری ۱۸۶۵ء کو پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) میں جاکر اتارا گیا

ان بزرگوں پر یہ تمام افتاد ایک نامراد شخص کی وجہ سے پڑی جو انگریز کا خیر خواہ اور اس کے مفاد کے لئے کام کرتا تھا۔ اس کا نام غزن تھا جو اپنے آپ کو "سنی" کہتا تھا اور مجاہدین کا دشمن تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی معنوی اولاد آج بھی موجود ہے جو اس کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ میں بہت اختصار کے ساتھ واقعات کو بیان کر رہا ہوں تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں واقعات کی روشنی میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ انگریز کے حامی سید صاحب یا اس کی جماعت نہیں تھی بلکہ انہی کے آباؤ اجداد تھے جو آج حضرت شہید پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔

یہ پہلا مقدمہ تھا جو اس تحریک جہاد کے حامیوں پر چلایا گیا اور اس قسم کی سنگین سزائیں دی گئیں۔ اس کے بعد مزید چار مقدمات چلائے گئے جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے

۲۔ عظیم آباد کا پہلا اور پانچ مقدمات میں سے دوسرا مقدمہ

یہ مقدمہ مولانا احمد اللہ صاحب پر چلایا گیا جو عظیم آباد کے نہایت معزز گھرانے کے بزرگ اور امیر کبیر آدمی تھے عظیم آباد کے پورے خاندان کو انگریزی حکومت نے مبتلائے مصیبت رکھا۔ اور سب پر جھوٹے مقدمات قائم کردیئے۔ مولانا احمد اللہ' مولانا یحییٰ علی کے بڑے بھائی تھے اور دونوں بزرگوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح جزائر انڈمان میں انگریزی حکومت نے ان کے ساتھ جبروتشدد روا رکھا اور موت کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی گئی۔

اس مقدمہ میں مولانا احمد اللہ کے لئے حبس دوام بعبور دریائے شور اور ضبطی جائداد کا فیصلہ سنایا گیا ۲۷ فروری ۱۸۶۵ء کو یہ حکم سنایا گیا۔ تمام جائداد ضبط کرکے اونے پونے بیچ دی تمام مکانات گرا کر پیوند زمین کر دیئے گئے حتیٰ کہ قبرستان کو جو ان کا خاندانی تھا اکھاڑ دیا گیا اور زمین صاف کرکے اس پر پٹنہ کی میونسپل کمیٹی کی عمارت تعمیر کردی گئی

دردناک پہلو

------------ سب سے زیادہ اذیت ناک پہلو اس مقدمہ کا یہ ہے کہ جس روز مولانا احمد اللہ کے اہل خانہ سے ان کے محلات اور مکانات خالی کرائے گئے اگلے روز عید کا دن تھا ان کے بیٹے حکیم عبدالحمید جو عالم دین اور بڑے اچھے شاعر تھے اپنی تصنیف "مثنوی شہر آشوب" میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

چوں شب عیدرا سحر کردند همہ را از مکاں بدر کردند
ضبط و تاراج جملہ مال ومتاع۔ نقدو جنس و همہ اثاث وزراع
بہر ما بود آہ ! جرم سخت بردن سوز نے از جملہ رخت
تن تنہا کہ ہر ہم تن ہا بچگان و زنان و شیون ہا
احمد اللہ بود مجرم شاہ طفلک بے گناہ را چہ گناہ
مایہ عیش ساز ماتم شد عید ماہ غرہ محرم شد
زندہ بودم ولیک مردہ صفت۔ ضاقت الارض بما رحبت

ترجمہ

جب عید کی رات ختم ہوئی اور ہمارے اہل و عیال نے صبح کی تو سب کو مکان سے نکال دیا گیا۔
تمام مال ومتاع ضبط اور برباد ہوا۔ نقدی' غلہ' سامان اور زراعت ہر شے ختم ہوگئی
ہمارے لئے آہ کرنا بھی سخت جرم تھا' اور تمام سامان میں سے سوئی تک اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔
میں اکیلا نہ تھا۔ میرے ساتھ بہت سے لوگ تھے بچے' عورتیں اور ان کی آہ و فریاد تھی۔
حکومت کا مجرم تو صرف احمداللہ تھا۔ بے گناہ بال بچوں کا کیا قصور تھا؟
میں زندہ تھا لیکن مردوں کی سی حالت میں۔ میرے لئے زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ تھی۔
اگرچہ تمام مال اسباب برباد ہوگیا لیکن حکیم صاحب کو اپنے کتب خانے کی ضبطی سے سخت ملال ہوا فرماتے ہیں

کتب ملت مسلماناں
رفت در دست حرف ناداناں

یعنی مسلمانوں کی دینی اور مذہبی کتابیں ان پڑھ اور جاہل لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئیں
تیسرا مقدمہ مالدہ' صوبہ بنگال' چوتھا راج محل صوبہ بہار اور پانچواں عظیم آباد کا دوسرا مقدمہ
ان موخر الذکر تینوں مقدموں کے حالات بھی پہلے دو کے سے ہیں اور اتنے ہی دردناک
یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خدا کے دین کی پاسداری اور پاسبانی کرتے ہوئے اتنے مصائب برداشت کئے لیکن حرف شکایت زبان پر نہ آیا۔

شورش صاحب کی وضاحت

انہی ارباب عزیمت کے بارے میں جناب شورش صاحب فرماتے ہیں:۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سب سے بڑے مصلح جماعت اور اس کے غیرت مند راہنماؤں کو برطانوی استیلاء اور بدعتی فضا کے پروردوں نے دشنام واتہام کا ہدف بنا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کیا اور اسلام کی حقیقت مجروح۔ ورنہ ایک خاص مرحلے سے ایک خاص دور تک ہندوستان میں اسلام کی تاریخ

بقیہ مضمون ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور وہابی مجاہدین صفحہ نمبر ۴